E-ISSN: 2706-8927
P-ISSN: 2706-8919
www.allstudyjournal.com
IJAAS 2020; 2(3): 797-798
Received: 19-05-2020
Accepted: 26-06-2020

Dr. Mufti Mohd. Sharfe Alam
Department of Arabic,
MANUU, Hyderabad,
Telangana, India

Dr. Md. Habeeb Alam
Maharaj Ganj, Darbhanga,
Bihar, India

Corresponding Author:
Dr. Mufti Mohd. Sharfe Alam
Department of Arabic,
MANUU, Hyderabad,
Telangana, India

کدم راؤ پدم راؤ بہمنی عہدِ حکومت کی ایک شاہکار تخلیق

Dr. Mufti Mohd. Sharfe Alam and Dr. Md. Habeeb Alam

تعارف

حیات انساں ہے شمعِ صورت، ابھی ہے روشن ابھی فسردہ
نہ جانے کتنے چراغ یوں ہی جلا کریں گے، بجھا کریں گے

ہندوستانی کلچر پرہندوستان کے باہر کے تمدّن کے اثرات اس وقت پوری طرح نمایاں ہوئے، جب اسلام کے پیروکار شمال مغرب سے اپنی خاص زاویہ فکر اور تہذیبی روایات کے ساتھ ہندوستان آئے اور یہاں بود وباش اختیار کیا، تو نئے تصورِ زندگی، ثقافت، زبان اور فلسفہ زندگی کے دور رس نتائج سامنے آئے۔ کیوں کہ دو قوموں کے اشتراک سےایک نیا کلچر وجود میں آیا۔ نواردوں نے مقامی رجحانات کو اپنے ثقافتی افکار میں پیوست کیا، جس سے ایک نیا تمدّن وجود پذیر ہوا، جس کو گنگا جمنی تمدّن سے موسوم کیا جاتا ہے۔کیوں کہ اس سے دو قوموں کے درمیان امتزاجی کیفیت پیداہوئی اور ذہنی و جذباتی اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے، تو اس کو ثقافتی امتزاج کا نام دیا گیا، اس کی تہذیبی صورت گری میں نمایاں رول تاریخی محرّکات کا بھی ہے۔ کیوں کہ جب علاءالدین خلجی نےدکن اور گجرات کو فتح کیا اوران علاقوں کی عملداری اپنے امراء کو سونپا تودونوں علاقوں کے ثقافتی اور لسانی ہم آہنگی کو فروغ ہوا اور اس کے بعد دوسری اسلامی ریاستوں نے ان علاقوں میں قدم جمایا تو ان کے روابط میں بڑھوتری ہوئی، یہاں تک کہ جب ان علاقوں میں بہمنی حکومت کا قیام عمل میں آیا اور ان حکمرانوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے یہاں کے باشندگان کا دل جیتا اور دکن کے تعمیر و ترقی میں حصہ لیا اور پڑوس کی ریاستوں مہاراشٹر، کرناٹک اورتلنگانہ سے اپنے تعلقات مضبوط کئے اور ان کی دانشمندی سے ان علاقوں میں امن و امان اور علم و ہنر کی کھیتی پروان چڑھی، تجارت و زراعت پر توجہ دی گئی، جس سے رعایا خوش حال ہوگئی اوردوسرے علاقوں سے ہر علم و فضل اور دانش وروں کےقافلے یہاں فروکش ہونے لگے، اہلِ دانش کے لئے معقول وظائف مقرر کئے گئے، معذوروں اور اندھوں کے لئے مناسب تنخواہیں متعین کی گئیں، فنِّ تعمیر اور دیگر فنونِ لطیفہ اور علم و ادب کی آبیاری پر توجہ مرکوز کی گئی، اس سے صنعت و حرفت، تجارت و ثقافت، علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے پنپنے کے مواقع بڑھے۔ حکمراں چوں کہ علم پرور تھے ، اس سے سلطنتِ بہمنی کو چار چاند لگ گئے،گلبرگہ اور دکن میں علم و فضل کے دریا بہنے لگے ۔ ان فرماں رواوں نے فنونِ لطیفہ اور موسیقی وغیرہ کے اثرات کوقبول کیا، دربار میں جہاں مسلم اہلِ دانش کی پزیرائی تھی، وہیں برہمن پنڈتوں کو بھی مناسب عہدے سپرد تھے اور دانش گاہوں میں محمود گاواں کا مدرسہ اطراف و اکناف میں معروف تھا، بہمنی سلاطین نے مقامی زبان کے فروغ میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا اوراس کے بولنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ ان میں مذہبی رواداری اور میل ملاپ کی فضا کو استحکام بخشا، اس سے ایک ملا جلا ادب وجود میں آیا، ادب چوں کہ سماج کا آئینہ اور سماج کی امنگوں اور آرزووں کا ترجمان ہوتا ہے، تو اس سے جو ادب سامنے آیا، اس سے ہندو مسلم کی ملی جلی تہذیب کی عکّاسی ہوئی اور ادب کی تخلیق میں موضوع اور مواد کا درجہ بلند ہوتا ہے، تو اس زمانے میں شاعروں نے اپنی شعری کاوشوں میں یہاں کے کلچر اور تہذیب کو موضوعِ سخن بنایا اور خصوصا دکنی شاعروں نے اپنی شعری کاوشوں میں سنسکرتی ادب کو پیش کیا۔ اس کی زندہ جاوید مثال مثنوی " کدم راؤ پدم راؤ " ہے اس مثنوی میں تین کردار بہت اہمیت کے حامل ہیں ۔ ایک کدم راو راجہ ہے،دوسرا پدم راو وزیر ہے اورتیسرا اکھرناتھ جوگی ہے، جس سے کدم راو راجہ نے منتر سیکھا اس مثنوی کا موضوع تبدیلی قالب ہے، جو سنسکرتی ادب کا نہایت مقبول موضوع ہے۔

مثنوی " کدم راؤ پدم راؤ " کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ اروِد زبان کا قدیم ترین لسانی نمونہ ہے ۔ اس میں تقریبا بارہ ہزار الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان میں سے صرف سوا سو کے قریب عربی و فارسی کے الفاظ ہیں۔ اس مثنوی کو جمیل

کدم راؤ پدم راؤ کی اولیت کو تسلیم کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس دور کی سب سے جالبی نے ترتیب دے کر ایک طویل مقدمے کے ساتھ ۱۹۷۳ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے طبع کرایا ۔ جمیل جالبی نے پہلی تصنیف جو اب تک دریافت ہوئی فخرالدین نظامی کی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق کے مطابق نظامی نے بہمنی خاندان کے مشہور فرماں روا احمد شاہ ولی کے عہد حکومت میں اس مثنوی کوتحریر کیا، لیکن تاریخِ ادب اِرود کی مصنفہ پروفیسر سیدہ جعفر مثنوی کی داخلی شہادت اور اشعار کے مفہوم سے علاء الدین احمد شاہ ثانی ۸۳۹ | ۱۴۳۵ ...۸۸۲ |۱۴۵۸ء کے دورِ حکومت کی یادگار قرار دیتی ہیں ۔اس حساب سے یہ مثنوی چھ صدی پرانی ہے۔ اسی مناسبت سے اس کی زبان بھی قدیم ہے۔ اس کی شروعات حمد باری سے ہے۔ اس کے بعد نعتِ نبی کا تذکرہ ہے، اس کے بعد بانی سلطنت کی مدح ہے۔ اس میں سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی کثرت ہے۔ اس کی زبان و بیان پر ہندوی اثر کا غلبہ ہے۔جس کی وجہ سے اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کے کلام کا نمونہ یہ ہے ۔

حمد

گسائین تھیں ایک دنہ جگ دار　　برد برد جگ تہیں دینہار
اکاس اپنچہ پاتال دھرتی تھیں　　جہاں کچھ نہ کوئی تھا ہے تہیں

نعت

تہیں ایک سا گسائیں امر　　سری دوی تیں جگ تو را دگر
بٹھایا امولک رتن نور دہر　　کہ تی ویک بلکٹ کرن راج کر
امولک کلت سیس سنسار کا　　کرے کام نردھار کرتار کا
محمد جرم اوم بنیاد نور　　دو بہی جگ سری دلے پوساد نور

مدح بادشاہ

بڑا شاہ وہ شاہ جس شاجگ　　دھیں سیوتی جرم تے پائے لک
نہیں شہ کیا شادر کہن دہرن　　گگن دل دہرت دل مسخّر کرن
عطارد مسخّر ہو اے قلم　　مسخّر کیا سور دے ہت علم
علم گا رکھن سور چل سرا چاو　　طبل دھول برغون بدل تون بجاو
چمکنے لگی جب کتک ہیستر　　چرھاوا کیا دہرت آکاس پر
چمک بجلی یتوں علم مجہ جیوں　　علم سنک تون گرج کہن چئوتوں

کدم راو ناگ راجہ تھا اور پدم راواس کا وزیر ۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا قصہ فروعی تبدیلی کے ساتھ ہندوستان اور ملایا کے ان ہی قصوں سے مماثل ہے اور مزاجا اسی دور کے تصورات کا غمّاز ہے، جب انسان جادو اور سحر پر ایمان رکھتا تھا " دھنور بید " اور " امر بید " جو جوگی نے کدم راو کو سکھائے ہیں، وہ جادو کے انتہائی مدارج ہیں اور نقلِ روح اسی کا ایک حصہ ہے۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا قصہ سنسکرت ادب سے خوشہ چیں ہے ۔ اس قصے میں تبدیلِ قالب سے پیدا ہونے والے واقعات سے مثنوی کا خمیر تیار کیا گیا ہے۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا قصہ اکھر ناتھ نامی ایک جوگی کے مکر و فریب کی داستان ہے ۔ راجہ کدم راو کو اس جوگی نے قالب تبدیل کرنے کا منتر سکھایا تھا، چنانچہ ایک دن جب راجہ طوطے کے قالب میں تھا، اکھرناتھ جوگی نے موقعہ دیکھ کرراجہ کا قالب اختیارکرلیا اور خود راجہ کے روپ میں آگیا تاکہ وہ اس روپ میں عیش و عشرت کی زندگی کا لطف اٹھائے۔وزیر پدم راو نے طوطے کی مدد سے جو دراصل خود کدم راو راجہ تھا ۔ حقیقتِ حال معلوم کرلیا اور وزیر پدم راو کی مدد سے راجہ کدم راو دوبارہ اپنے اصلی قالب اختیار کرنے پر قدرت حاصل کرسکا۔ سنسکرت کی قدیم کتھاوں میں اس قسم کی داستانوں کا انجام اسی طرح ہوتا ہے۔

اس مثنوی میں نظامی نے بہت سے عوامی رجحانات کو سمو دیا ہے۔ جس سے چھ صدی پہلے کے توہّمات اور سماجی تصورات کا اندازہ ہوتا ہے۔یہ مثنوی ہندوستانی لوک قصوں کا روپ لئے ہوئے ہے اور اسی فکری اور تہذیبی مزاج کی عکّاسی کرتا ہے۔پوری مثنوی میں ہندوستانی معاشرت اور ہندوستانی طرزِ فکر کا رنگ غالب ہے۔ مثلا مندر کاکلس ٹوٹنا، بڑی بدشگونی تصور کی جاتی ہے۔ جب اکھرناتھ جوگی راجہ کدم راو کو تبدیلِ قالب کا منتر سکھا رہاتھا، عین اسی وقت مندر کا کلس ٹوٹ کر گر پڑا، جو یقینا ایک برا شگون تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے بعض محاورے اور روز مرّہ کے الفاظ آج بھی دکن کے مواضعات میں بولے جاتے ہیں۔ جیسے آنکھ بھر دیکھنا، باسی تواسی، کل کل ہونا اور سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا وغیرہ۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں اخلاقیات کی تعلیم بھی ملتی ہے اور اس میں سماجی خرابیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔مثلا گناہوں کی برائی،سچّائی کی عظمت، پتی ورتا کی اہمیت اور شراب کے نقصانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ مثنوی چھ صدی پہلے کی ایک شاہکار ادبی تخلیق ہے۔